مسلمان دانشور "امریکہ میں مذہب کے کردار کا مطالعہ" کرنے کے لیے امریکہ کا دورہ کر رہے ہیں۔

[ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سفارت خانے سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ خبرنامے "خبر و نظر" نے اپنے قارئین کو جولائی ۱۹۹۵ء میں کچھ مسلمان دانشوروں کے دورۂ امریکہ کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ اگرچہ یہ رپورٹ کچھ پرانی ہوگئی ہے، تاہم مطالب کے لحاظ سے اس کی افادیت تاحال قائم ہے۔ اسے "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کی دلچسپی کے لیے معاصرِ مذکور کے شکریے کے ساتھ نقل کیا جارہا ہے۔ مدیر]

"موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لوگ مذہب سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مذہبی احکامات کی پابندی کو برائے نام اہمیت دی جا رہی ہے اور مذہب سے بیگانگی کے سبب اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے پیروکاروں کے درمیان عداوت اور دشمنی فروغ پا رہی ہے۔" ان خیالات کا اظہار عربی زبان کے اخبار "الاتحاد" کے ڈپٹی مینجنگ ایڈیٹر عادل الرشید نے کیا جو مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے ممالک کے نو رکنی وفد میں شامل ہیں جو امریکی شعبہ اطلاعات کے زیرِ اہتمام امریکہ میں مذہب کے کردار کا مطالعہ کرنے کے لیے [امریکہ کے دورے پر تھا۔]

اس وفد میں الجزائر، مصر، اردن، موریطانیہ، مراکش، سوڈان، متحدہ عرب امارات اور دریائے اردن کے مغربی کنارے کے پروفیسر، صحافی اور علماء شامل ہیں۔---

وفد کے نو ارکان اور ان کے ساتھ دو مترجمین نے اپنے دورے کے پہلے ہفتے میں مشرقی ساحل سے وسطی اور مغربی ساحل پر واقع بڑے شہروں کا دورہ کیا اور واپس واشنگٹن ڈی - سی پہنچے جہاں [انہوں نے مختلف مذہبی اور سیاسی تنظیموں کے اراکین سے ملاقاتیں کیں۔]

موریطانیہ کی نواخ شط یونیورسٹی میں فلسفے کے استاد جناب حسنیٰ اُولد نے کہا کہ یہ میرا امریکہ کا پہلا دورہ ہے اور اس کا بنیادی مقصد امریکہ کے بارے میں بالکل صحیح معلومات حاصل کرنا اور جواباً اسلام کے بارے میں بالکل درست اور ٹھیک معلومات مہیا کرنا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میرے ملک اور اسلام کے بارے میں امریکی عوام کی معلومات عموماً درست نہیں ہیں۔

اس وفد کے ایک اور [رُکن] محمد یونس نے جو مصر کے اخبار "الاہرام" کے ڈپٹی چیف ایڈیٹر

ہونے کے علاوہ اخبار کے شعبہ مذہبی امور کے ایڈیٹر ہیں، بتایا۔ "ہم سمجھتے تھے کہ امریکی غیر مذہبی لوگ ہیں۔" محمد یونس نے جو پہلی مرتبہ امریکہ آئے ہیں، کہا۔ "دلچسپ بات یہ ہے کہ میں نے امریکیوں کو مذہبی پایا ہے، حالانکہ امریکہ آنے سے پہلے میں اور میری طرح عرب دنیا کے بہت سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ امریکی عوام مذہبی نہیں ہیں۔"

عادل الرشید نے کہا اگرچہ مغرب اور عالمِ اسلام کے درمیان مکالمہ اور رابطے بڑھانے کے لیے کوششیں کی گئی ہیں، لیکن ابھی بہت سی مشکلات اور رکاوٹوں پر قابو پانا باقی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مزید اہم اقدامات کے لیے فریقین کو یکساں کوششیں کرنا ہوں گی۔ امریکیوں کو چاہیے کہ اسلام کی روح کو سمجھیں اور بعض مسلمانوں کے عمل اور حقیقی اسلام کے درمیان فرق ملحوظ رکھیں۔ منفی رویہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کا بھی ہو سکتا ہے، صرف مسلمانوں کا نہیں۔ اوکلاہاماسٹی کی ایک عمارت کو بم سے اڑانے کا واقعہ ہوا تو انگلیاں فوری طور پر مسلمانوں کی طرف اٹھ گئیں گویا ہر جرم صرف مسلمان کرتے ہیں۔

سوڈان کی ام درمان اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ابو قریبلانے، جنہوں نے نظام تعلیم میں پی - ایچ - ڈی کی ڈگری پنسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی سے حاصل کی ہے، کہا کہ میں بھی امریکیوں اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات میں بہتری کی توقع رکھتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے بارے میں امریکیوں کے بہت سے غلط تصوّرات اور خدشات فلموں اور ذرائع ابلاغ کے پھیلائے ہوئے ہیں۔ اگر امریکی عوام اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اُنہیں ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے سے بچنا ہوگا، کیونکہ ذرائع ابلاغ اسلام کے بارے میں غلط تاثر پھیلاتے ہیں۔

جناب حسنی اُولد نے کہا کہ بنیادی فرق یہ ہے کہ ہمارا دین (اسلام) اور اقتدار الگ الگ نہیں، ہمارا دین عوام کی سطح پر حکومت میں دخیل ہے۔ مذہب ہر جگہ موجود ہے اور ہم، فرد سے لے کر مملکت کی سطح تک کوئی ایسا عمل اور فیصلہ نہیں کر سکتے جو ہمارے دین کے احکامات سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔

عادل الرشید کا کہنا تھا کہ (امریکہ میں) مذہبی اداروں کے نمائندے، چرچ اور مملکت کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے حامی ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ امریکہ میں سیاست اور دین جدا جدا ہیں اور مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ تصوّر کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اِس کی وجہ سے دوسری اقوام سے تعلقات کے متعلق امریکی پالیسی میں مذہب کو ماورا سمجھا گیا ہے۔

الجزائر یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر بل حاجی شریفی نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ جدید معاشرے، ٹیکنالوجی اور روایتی مذہبی عقائد میں مفاہمت ممکن ہے۔ اِس کی مثال امریکی مسلمان ہیں جو اِس ملک میں حاصل کیے ہوئے علم کی مدد سے دینی تعلیمات اور جدید معاشرے، دونوں کے تقاضے نباہ رہے ہیں۔"

محمد یونس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی تنازعات، ماحول کے تحفظ اور منشیات کے مسائل سے نمٹنے کے لیے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے پیروکاروں کے درمیان اور زیادہ تعاون اور مفاہمت کی ضرورت ہے۔ ہمارا دین دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے تبادلۂ خیال کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کو ماننے کے لیے ضروری ہے کہ عیسائی اور یہودی مذہب کو بھی تسلیم کیا جائے۔ (پندرہ روزہ "خبر و نظر"، اسلام آباد - ۱۵ جولائی ۱۹۹۵ء)

پی - جان ایکٹن وفات پا گئے۔

سابق "ویسٹ پاکستان کرسچن کونسل" (موجودہ نیشنل کرسچن کونسل آف پاکستان) کے سابق ایگزیکٹو سیکرٹری، میتھوڈسٹ چرچ آف پاکستان کے مشنری، "بالائی منزل" کے سابق مدیر اور کیتھڈرل چرچ (لاہور) کے آخری غیر ملکی وِکر پادری پی - جان ایکٹن ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں وفات پا گئے ہیں۔

پادری پی - جان ایکٹن نے برصغیر میں ۴۵ سال بطور مشنری کام کیا تھا۔ وہ رائے ونڈ میں کرسچن انسٹی ٹیوٹ کے پرنسپل بھی رہے تھے۔ ویسٹ پاکستان کرسچن کونسل میں لٹریچر سیکرٹری کے طور پر کام کرتے ہوئے انہوں نے "کلید الکتاب" اور "بائبل اٹلس" شائع کی تھیں۔ (پندرہ روزہ "شاداب"، لاہور - یکم تا ۱۵ دسمبر ۱۹۹۵ء)